مسلم رزرویشن پر یو پی حکومت کی قلابازی

ڈاکٹر سید ظفر محمود

مردم شماری کے مطابق اتر پردیش میں مسلمان کل آبادی کا 18.5% ہیں۔ صوبہ میں فی الحال بر سر اقتدار ارباب حل و عقد نے فروری 2012میں الکشن کے دوران اعلان کیا تھا کہ مسلمانوں کو 18%ریزرویشن دیا جائے گا۔سماجی انصاف کے اس وعدہ نے دنیا میں ہندوستان کی تصویر میں چار چاند لگا دئیے تھے۔لگنے لگا تھا کہ ہندوستان کے سب سے بڑے صوبہ میں اب ایک انسان دوسرے انسان کا حق نہیں مارے گا۔

یہ بات بظاہر پارٹی کے انصاف پسند ہونے کی ترجمانی کررہی تھی کہ جس طرح 1990,1956,1950 میں درجہ فہرست ذاتوں (جن مین صرف ہندو، سکھ وبدھ مذہب کو ماننے والے ہی شامل ہیں) کو ریزرویشن دیا گیا ہے اسی طرح مسلمانوں کو بھی (جو سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق سبھی دوسرے مذہبوں کے ماننے والوں کے مقابلہ میں سماجی، تعلیمی اور معاشی طور پر پچھڑے ہوے ہیں) آبادی میں ان کے تناسب سے قانون کے مطابق ریزرویشن دیا جانا چاہئے ۔لہٰذا مسلمان متعلقہ لیڈروں کی سیاسی بصارت کا اعتراف کرنے لگے۔ ملت کوامید تھی کہ پارٹی اپنے وعدوں کو پورا کرنے کے لئے فوراً ہی ضروری کاروائی کرے گی اور اس کے لئے شاسنادیش (G.O.) کا مسودہ مسلم سماج اور اس کے بہی خواہوں کے سامنے جلد ہی پیش کر دے گی۔مسلمان امید کر رہے تھے کہ یہ لوگ ان دیگر لوگوں سے مختلف ہیں جو ایک الیکشن سے پہلے وعدہ کرکے اس کے ادھورے من سے بھی عمل میں لانے کو اگلے الیکشن کی شام تک کے لئے ٹال دیتے ہیں۔ ایسی جماعتوں کا الیکشن مین کیا حشر ہوتا ہے وہ اب کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔

یو پی کی موجودہ حکومت کوباگ ڈور سنبھالے ہوے چھ مہینہ ہو گئے ہیں۔ لیکن علاوہ چند مقابلۃً کم اہمیت والے سرکاری عہدوں پر مسلمانوں کی تقرری کے اب تک نئی حکومت نے مسلمانوں سے الکشن سے پہلے کئے گئے وعدوں کے نفاذ کے لئے کوئی ادارہ ساز قدم نہیں اٹھایا ہے۔ایسا تو ملک کی متعدد مرکزی و صوبائی حکومتیں عرصہ سے کرتی چلی آ رہی

ہیں۔یعنی کہ ملی مفاد کو بالائے طاق رکھ کے چنندہ افرادملت کی حکومت کی طرف سے تھوڑی ناز برداری ۔لیکن یقیناً ملک میں ایسے افراد ملت کی بڑی تعداد ہے جو زندگی میں علامہ اقبال کے اس پیغام کی عکاسی کرتے ہیں:

قوموں کی تقدیر وہ مردِدرویش
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ

حال میں یو پی کی موجودہ حکومت نے دھیرے سے یہ اعلان کر دیا کہ یو پی میں مسلمانوں کو رزرویشن دینے کے لئے ضروری ہے کہ مرکزی حکومت آئین میں ترمیم کرنے کے لئے پارلیامنٹ میں بل لائے۔ اس طرح یو پی کی نئی حکومت نے فروری‘مارچ2012کی مسلمانوں کے خلاف پھیکی ہوی اپنی سیاسی کمند کی سوچی سمجھی ترکیب کا دائرہ بظاہر مکمل کر دیا۔ اس پر ستم یہ کہ سچر کمیٹی کی سفارشوں کے نفاذکے الکشن وعدہ کی تکمیل تو در کنار‘ وقف قانون کی صریح اندیکھی کرتے ہوے‘ صوبہ میں درگاہوں و سجادہ گاہوں پر بھی حکومت کی نظر پڑنے لگی ہے ۔ وقف قانون سے غیر منسلک‘ درگاہوں و سجادہ گاہوں کے لئے ایک الگ قانون بنانے کی کوشش ہے اور ان کے نظام کو مجوزہ قانون کے ذریعہ پوری طرح حکومت کے ماتحت کرنے کی منشا دکھتی ہے۔غالباً اس کے پیچھے کبڈی کا وہ گُر کارگر ہے کہ سامنے کے پالے میں جا کر کھیلنے میں بڑا فائدہ ہے: اگلا دفاع میں ہی لگا رہے گا۔

یہ مفروضہ سرے سے ہی بے بنیاد ہے کہ مسلمانوں کو رزرویشن دینے کے لئے آئین میں ترمیم کی ضرورت ہے۔ جسٹس رنگ ناتھ مشرا کمیشن نے اپنی رپورٹ میں یہ واضح بھی کر دیا ہے۔ اسی لئے مشرا کمیشن نے پورے ملک میں تمام سرکاری آسامیوں میں سبھی مسلمانوں کے لئے دس فیصد اور بقیہ اقلیتوں کے لئے پانچ فیصد رزرویشن کی سفارش کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے (صفحہ 153پیرا گراف16.2.7) کہ اس رزرویشن کو آئین کے آرٹکل 16.4سے مکمل حمایت‘ محافظت و سرپرستی ملتی ہے۔ کمیشن نے صاف لکھا ہے کہ آرٹکل 16.4میں اس بات کی غیر مشروط اجازت دی گئی ہے کہ‘ اگر حکومت وقت کی رائے میں‘ ملک کے پسماندہ باشندوں کی کسی جماعت کی نمائندگی سرکاری ملازمتوں میں

پوری موزونیت کے ساتھ نہیں ہو رہی ہے ‘ توباشندوں کی ایسی جماعت کے حق میں سرکاری آسامیوں میں رزرویشن دیا جا سکتا ہے۔ اگریو پی حکومت کے پاس کوئی ایسا مواد ہے جس کی بنیاد پر وہ کہ رہی ہے کہ آئین میں ترمیم کے بغیر مسلمانوں کو رزرویشن نہیں دیا جا سکتا تو پہلا تو یہ نکتہ اہم ہے کہ الکشن سے پہلے اس لاچاری کا اظہار کیوں نہیں کیا گیا ؟ دوسرے یہ کہ ایساتمام دستاویزی مواد مسلمانوں کے سامنے فوراً پیش کیا جائے تا کہ مسلمان اور ان کے بہی خواہ دانشور و تیز فہم لوگ اس پر اپنی ماہرانہ رائے دے کر حکومت کی مدد کر سکیں تا کہ وہ مسلمانوں سے کیا گیا اپنا وعدہ نبھا سکے۔

اگر مذہب کی بنیاد پر رزرویشن دینا غیر قانونی ہے تو 1950 سے اب تک ہندئوں‘ 1956 سے سکھوں اور 1990 سے بدھ مذہب کے لوگوں کو درجہ فہرست ذاتوں کی آڑ میں رزرویشن کیسے مل رہا ہے؟ غور کیا جائے تو درجہ فہرست رزرویشن در اصل مسلمانوں اورعیسائیوں کوحکمرانی سے محروم رکھنے کی ایک چال تھی۔ اس بابت 1950 کے صدارتی حکم نامہ کے پیچھے فائلوں پر نوٹنگ وغیرہ کی نقل حاصل کرنے کی حق اطلاع قانون کے تحت کوشش ایک برس سے زیادہ عرصہ سے جاری ہے ۔لیکن وزیر اعظم کا دفتر‘ مرکزی وزارت داخلہ‘ وزارت سماجی بہبود و وزارت قانون مل کر اس اہم آر ٹی آئی سوال کا جواب دینے کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال رہے ہیں۔ہنوز روز اول !

یہ تاریخی عقدہ کھلنا بہت ضروری ہے کہ 1950 میں جب درجہ فہرست ذاتوں کی تعریف تیار کرنے کے دوران صدارتی حکم نامہ کا خاکہ بنانے کی کاروائی چل رہی تھی توملک میں تعصب کے شکار طبقوں کے ساتھ یہ فقرہ کہ ”بشرطیکہ وہ ہندو مذہب اختیار کئے ہوے ہوں“ کس طرح اور کب شامل ہو گیا ؟ بعد میں دھیرے سے ہندئوں کے ساتھ سکھوں اور بدھ مذہب کے ماننے والوں کو بھی شامل کر دیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں اور عیسائیوں کے اخراج و محرومی کی مثبت کاروائی پایہ تکمیل تک پہونچ گئی۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ درجہ فہرست ذاتوں کے حق میں آئین کے آرٹکل 16 میں ترمیم کر کے کلاز 4A & 4B اس لئے شامل کرنے کی ضرورت پڑی کیوں کہ اس طرح اندرا سا ہنی بنام حکومت ہند کے مشہور کیس میں دئے گئے سپریم کورٹ کے درجہ فہرست مخالف فیصلہ

پر غلبہ حاصل کرنا مقصور تھا۔فی الحال مسلمانوں کو رزرویشن دینے کے لئے ایسی کوئی لاچاری نہیں ہے۔ اگرمسلمان آزادی کے بعد ساتویں دہائی میں بھی بے یارو مددگار ہیں تو پھر انہیں یقینا. غور کرنا چاہئے کہ وہ کب تک اس طرح مختلف گھنوں کے بیچ پستے رہیں گے ۔ اطمام حجت کا کیا طریقہ ہے ؟ ہم اب 2012میں ہیں۔ سوچئے ' 2112 کے ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ہم کیا چھوڑ کے جانا چاہتے ہیں۔علامہ اقبال نے راہ سجھائی ہے:

دیار عشق میں اپنا مقام پیدا کر !